عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ

مفتی اوّل دار العلوم دیوبند

(از مولانا محمد ظفیر الدین صاحب دار العلوم دیوبند)

(۲)

آپ کے مرشد حضرت شاہ رفیع الدین دیوبندیؒ حضرت مولانا شاہ فرید الدین عثمانیؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ مولانا فرید الدین اپنے دور کے ایک بڑے عالم دین اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ آپ نے چاہا کہ شاہ رفیع الدین آپ کے فرزند تعلیم حاصل کریں مگر ظاہری علوم کی طرف ان کی توجہ نہیں ہوئی۔ مگر چونکہ مادرزاد ولی تھے اس لئے آپ کے والد محترم فرمایا کرتے تھے۔ رفیع الدین کو علم حاصل نہیں کر سکا مگر اس کا شمار جماعت علماء میں ہوگا۔ اور ان میں ہی رہے گا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ شیخ رفیع الدین دیوبندیؒ دہلی جا کر اسوقت کے مشہور محدث اور شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی مجددی دہلوی (م ۱۲۹۶ھ) کی خدمت میں رہ کر محنت کی۔ اور بیعت ہو کر قلب و نظر کی اصلاح کی۔ اور بالآخر وہاں سے خلعتِ خلافت سے نوازے گئے۔ حضرت شاہ عبد الغنی مجددی فرمایا کرتے تھے کہ

"دو صاحبوں سے مجھے جسقدر محبت ہے کسی سے نہیں۔ تلامذہ میں حضرت شاہ فخر العالم مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ سے اور مریدین میں حضرت شاہ رفیع الدین دیوبندیؒ سے"

عارف باللہ حضرت مفتی عزیزالرحمٰن صاحبؒ نے لکھا ہے ۔

"حضرت قطب العالم ، راس العلماء ، وارث الانبیاء مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے ۔ واقعات آپ (شاہ رفیع الدین دیو بندی) کے اور معاملات آپ کے نہایت صحیح اور مطابق نفس الامر ہیں ۔ اور اکثر آپ کے احوال دریافت فرمایا کرتے تھے ۔"

دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی دور میں آپ اس کے مہتم ثانی رہے ۔ اور دارالعلوم کی خدمت انجام دی ۔ اور سنہ ۱۳۰۶ھ میں ہجرت فرماکر حرمین شریفین تشریف لے گئے ۔ پہلے کچھ دنوں مکہ مکرمہ میں قیام رہا ۔ پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے ۔ اور وہیں اقامت پذیر ہو گئے ۔ اور بالآخر وہیں سپرد خاک ہوئے ۔

بیعت اور خلافت حضرت مفتی عزیزالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنہ ۱۳۰۰ھ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور باطن کا تزکیہ آپ کے ذریعہ حاصل کیا ۔ ابتدا میں بیعت ہونے کے بعد مزاج میں یکسوئی اور مخلوق سے بعد اس حد تک بڑھا کہ بیوی بچوں کی طرف بھی التفات باقی نہ رہا ۔ خلوت گزینی محبوب مشغلہ بن گیا ۔ اس سے متاثر ہوکر آپ کے والد محترم مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے شیخ رفیع الدینؒ آپ کے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ جس راہ پر آپ نے عزیزالرحمٰن سلمہ کو ڈالا ہے اس کے اچھے اور مبارک ہونے میں قطعاً کوئی شبہ نہیں ۔ اور اس سے اس کو علیحدہ بھی نہیں کرنا چاہتا ۔ مگر یہ ضرور خواہش ہے کہ یہ سب بیوی بچوں کی طرف متوجہ رہ کر کرے ۔ یہ سن کر شیخ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کو اللہ نے اور بھی اولاد دی ہے ۔ اور انشاء اللہ آئندہ بھی ہوگی ۔ ان کو آپ جس طرح چاہیں اور جہاں چاہیں لگائیں ۔ اس ایک کو اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑ دیں باقی معاملات درست ہی رہیں گے ۔ اس کے بعد آپ کے والد صاحب نے خاموشی اختیار فرمائی ۔ اور آپ اپنے شیخ کی زیر تربیت راہ سلوک طے کرتے رہے ۔ اور بالآخر حضرت

شاہ رفیع الدین صاحب نے آپ کو خلعت خلافت سے نوازا

خلافت حضرت حاجی امداد اللہ — ۱۳۰۵ھ میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب حرمین شریفین تشریف لے گئے اور وہاں تقریباً دو سال قیام فرمایا۔ تو اسی زمانے میں آپ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ (م ۱۳۱۷ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے استفادہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے بھی اپنی طرف سے خلافت سے نوازا۔

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ حضرت شاہ رفیع الدین کا تذکرہ قلم بند فرمایا تھا جو پاکستان میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کو آپ کے پیر بھائی حاجی محمد ابراہیم صاحب کراچوی کے صاحبزادہ سے ہاتھ آیا ہے اور جسے آپ نے عزیز الفتاویٰ کے دوسرے ایڈیشن میں چھاپ دیا ہے۔ اسمیں حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے۔

"چنانچہ آخر ۱۳۰۶ھ میں (حضرت شاہ رفیع الدین دیوبندی) بغرض ہجرت حرمین شریفین کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ احقر پہلے سے حاضر حرم محترم مکہ مکرمہ اور حاضر خدمت فیض اثر، حجۃ اللہ البالغہ، صدیق زماں، خلاصہ دوراں، واقف علم حقیقت و کاشف رموز طریقت، غواص بحار معانی، دریائے لآلی عرفانی مقرب حضرت ربانی، مقبول بارگاہ یزدانی حضرت شاہ حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تھا۔ کہ حضرت مولانا و مرشدنا (شاہ رفیع الدین) مکہ معظمہ میں پہونچے"

حضرت گنج مراد آبادی سے استفادہ — حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس دور کے ایک بڑے اللہ والے برگزیدہ عالم حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی (م ۱۳۱۳ھ) سے بھی باطنی فیض پایا تھا۔ جب آپ ان کی خدمت میں ۱۳۰۹ھ میں حاضر ہوئے اور کتب حدیث اور حصن حصین کی سند اجازت حاصل کی تھی، اس لئے کہ حضرت گنج مراد آبادی قدس سرہٗ کو حدیث اور حصن حصین کی اجازت و سند براہ راست شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) اور شاہ محمد اسحٰق صاحب مہاجر مکی (م ۱۲۶۲ھ) سے حاصل تھی۔[1]

[1] عزیز الفتاویٰ مطبوعہ پاکستان

۸

علماء کا رجوع

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث کی سند و اجازت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ) سے بھی حاصل تھی۔[1] حضرت گنگوہی آپ کا بڑا لحاظ فرماتے تھے۔ حکیم عبدالوہاب صاحب کا بیان ہے

"حضرت مفتی صاحب جب قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ان کے لئے جگہ چھوڑ دیتے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ان میں ایک خاص چیز نظر آتی ہے۔ جو اور آنکھیں نہیں دیکھتی ہیں" (مہاجر دیوبند ۷ دسمبر ۱۹۲۸ء)

اس طرح حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں بڑی جامعیت آگئی تھی۔ اور یقیناً آپ اس دور میں راہِ سلوک کے بہت بڑے ممتاز فرد تھے۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو چھپا رکھا تھا۔ اور نام و نمود سے گھبراتے بلکہ متنفر تھے۔ مگر بایں ہمہ اہل اللہ میں معروف و مشہور تھے۔ اور علماء آپ کی طرف راہِ سلوک کے سلسلہ میں رجوع کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ اپنے زمانۂ طالب العلمی (۱۳۴۴ھ) کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"اس زمانے میں دار العلوم دیوبند کے جو طلبہ اپنی اصلاح کے لئے کسی صاحب ارشاد شیخ سے تعلق قائم کرنا چاہتے تھے۔ وہ یا تو دیوبند میں حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن مجددی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کر لیتے تھے۔ یا پھر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھانہ بھون جایا کرتے تھے۔ (الفرقان ربیع الآخر ۱۳۹۳ھ ص ۳۷)"

اسی طرح حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں

"حضرت ممدوح (یعنی مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ) نہ صرف عالم اور مفتی ہی تھے بلکہ عارف باللہ اور صاحب باطن اکابر میں سے تھے۔ بیعت و ارشاد کا سلسلہ مستقلاً قائم تھا اور ہزار ہا بندگانِ خدا اطراف ہندوستان میں آپ کی باطنی تلقین و تربیت سے فیضیاب ہو کر مراد کو پہونچے۔ اور یہ سلسلہ دور دور تک پھیلا۔ آپ حضرت اقدس مولانا

---

[1] دیکھئے اخبار مہاجر دیوبند مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۲۸ء ص ۵۔

شاہ رفیع الدین دیوبندی قدس سرہ مہتمم ثانی دار العلوم دیوبند کے ارشد خلفاء میں تھے۔ اور سلسلہ نقشبندیہ کے نہایت ہی صاحبِ حال اور ممتاز مشائخ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔" (فتاویٰ دار العلوم صفحہ ۳ ج ۱)

اس میں قطعاً شبہ نہیں کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے بہت بڑے عارف باللہ اور ولی کامل تھے۔ اور آپ سے خواص و عوام کو روحانی اور باطنی فائدے حاصل ہوتے تھے۔ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی (م ـــــ ھ) نے بھی مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خدا رسیدہ ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔ صاحب نزھۃ الخواطر نے لکھا ہے۔

وکان کثیر الافاضۃ قوی النسبۃ	بکثرت لوگوں کو فیض پہنچاتے تھے۔ آپ
یداوم علی حلقۃ الذکر والتوجہ	قوی النسبۃ تھے۔ حلقۂ ذکر اور توجہ
وتذکر لہ کشوف وکرامات	کا معمول تھا۔ آپ کے بہت سے کشف و
(ص ۳۲۱ ج ۸)	کرامات کے واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔

آپ کے مریدین | زمانہ قیام میرٹھ میں شہر میرٹھ اور ضلع میرٹھ کے بہت لوگ آپ سے وابستہ ہوئے اور باطنی تعلیم حاصل کی، آپ کے خلفاء میں حضرت مولانا قاری محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت مشہور و مقبول ہوئے اور ان سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ بہت پھیلا،

حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مشہور استاذِ حدیث بھی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، مگر مولانا کو اجازت آپ کے مجاز حضرت مولانا قاری محمد اسحٰق صاحبؒ سے حاصل تھی، اس لئے کہ حضرت مفتی صاحب کی وفات ہو چکی تھی، مولانا مرحوم سے بھی یہ سلسلہ بہت کافی پھیلا، حضرت مہتمم صاحب دار العلوم مدظلہ نے لکھا ہے۔

"قاری صاحب ممدوح کے مجاز خلفاء میں سے اول نمبر کی شخصیت فاضل یگانہ حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنیؒ تھے، . . تقسیم ملک کے بعد مولانا ممدوح پاکستان تشریف لے گئے . . . اس کے بعد آپ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور مستقلاً وہیں دیار حبیب میں مقیم ہیں (چند سال ہوئے وفات ہوگئی - ظفیر) آج مدینہ منورہ میں بحمد اللہ آپ کا ایک حلقہ ہے، اطراف سے آنے والے حجاج آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں یہ وہی سلسلۂ نقشبندیہ کا فیض ہے جو حضرت مفتی اعظم ہند (مفتی عزیز الرحمٰن صاحب) کے سلسلہ سے پہنچا، اس لئے مفتی اعظم کا سلسلۂ فیض ہندوستان اور پاکستان سے گذر کر آج حجاز میں بھی اپنا کام کر رہا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۹ ج ۱)

خود مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے کو کبھی ظاہر نہیں فرماتے تھے، یکسو ہو کر افتاء اور درس و تدریس میں مشغول رہتے، اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ تصرف باطنی کی قوت عطا کر رکھی تھی، مگر ایسا معلوم ہوتا کہ آپ کو ان سے کوئی مناسبت نہیں ہے، اگر دوسرے اپنی قوت باطنی کا اظہار کرتے، تو اسے بھی اس سے روکتے، اور اس طرز عمل پر ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے،

تصرف باطنی پر تنبیہ | مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک پیر بھائی مولانا محمد ابراہیم کراچوی جو خود بھی مجاز تھے، مفتی صاحبؒ کے پاس دیوبند آیا کرتے تھے ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک دودھ والے کی دوکان پر تشریف لے گئے اس نے بد معاملگی کی، اور ناموزوں کلمات کہے، اس پر مولانا کراچویؒ کو جلال آگیا، صاحب تصرف تھے ہی، دکان پر تیز نگاہ ڈالی تو اس کا سارا سامان الٹ پلیٹ ہوگیا، دکان دار یہ دیکھ کر سہم گیا، یہ خبر کسی طرح مفتی صاحب تک پہنچ گئی، یہ بات آپ پر شاق گذری، چنانچہ آپ نے تنبیہ فرمائی اور مولانا کراچویؒ نے جا کر دوکان دار سے معافی چاہی۔

والد محترم کے لئے توجہ باطنی | حضرت مفتی صاحبؒ بہت متواضع تھے اور کبھی اپنے کو روحانی طور پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے، آپ کے یہاں خفا بہت زیادہ تھا، مگر جب کوئی شدید

پیش آتی تھی، تو کچھ کرنا ہی پڑتا تھا، آپ کے پدر بزرگوار حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب عثمانی کا جب آخری وقت ہوا، تو ایک عجیب سی بے چینی کی کیفیت طاری ہوئی، اس بے چینی میں گھر والوں سے دریافت کیا مولوی عزیز الرحمٰن کہاں ہے، مفتی صاحب فوراً کھانے سے اُٹھ کر تشریف لائے، والد محترم نے فرمایا عزیز الرحمٰن! تو نے میرے لئے انگلی تک نہیں اُٹھائی، منشا غالباً یہ ہوگا کہ دعا تک نہیں کی،

یہ سُن کر حضرت مفتی صاحب شرمندہ ہوئے اور والد کی چارپائی سے لگ کر بیٹھ گئے، سر پر رومال ڈال لیا اور گردن جھکالی، جس طرح مراقب ہوتے ہیں، چند منٹ بعد پاس بیٹھنے والوں نے دیکھا کہ والد محترم کی بے چینی میں افاقہ شروع ہوا، اور چہرہ کھل پڑا، پھر تھوڑی دیر بعد آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھائیں اور ہنستے ہوئے اپنے صاحبزادوں مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا مطلوب الرحمٰن کو خطاب کر کے فرمانے لگے، شبیر! ذرا دیکھو تو یہ اوپر کیا ہے، اور مطلوب دیکھو تو سہی یہ کیا ہے؟ اسی حال میں کلمہ طیبہ پڑھا اور چند منٹ بعد روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی، حضرت مفتی صاحبؒ اسی طرح مراقب بیٹھے رہے،

تصرف باطنی | اسی طرح ایک دفعہ دیوبند میں ایک قبر سے قرآن پڑھنے کی آواز سنائی دینے لگی، جوں ہی یہ خبر مشہور ہوئی، روزانہ وہاں بھیڑ جمع ہونے لگی، اور میلہ سا لگنے لگا، اس کی اطلاع حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئی، آپ نے محسوس کیا کہ یہ ایک مستقل فتنہ بن جائے گا، جس وقت یہ آواز آتی تھی ایک دن اُسی وقت حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنفس نفیس تشریف لے گئے، چنانچہ تلاوت کی آواز سُنائی دی، آپ نے یہ سُن کر فرمایا:

"کیوں لوگوں کو فتنے میں مبتلا کر رکھا ہے"

اس جملہ کے ساتھ ہی وہ آواز بند ہو گئی، اور پھر کبھی سُنائی نہیں دی،

تواضع اور انکساری | ورنہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ تو اس قدر منکسر المزاج اور متواضع تھے کہ کبھی کوئی یہ بھی سمجھ نہیں پاتا کہ یہ کوئی بڑے عالم یا بڑے بزرگ ہیں، آج کل کے پیروں کی طرح نہ کوئی پروپگنڈا

تھا، نہ بناؤ سنگھار اور نہ رکھ رکھاؤ، روزانہ بازار کا سودا خود جا کر لاتے، اور صرف اپنا ہی سودا نہیں لاتے، بلکہ اپنے محلے کے پاس پڑوس کا بھی، حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ نے لکھا ہے

"علم و عمل کے ساتھ تواضع اور کسرِ نفسی، اپنے کو چھپانا اور مٹانا آپ کا خاص رنگ تھا، بعد نماز عصر محلہ کے آس پاس کے گھروں کے دروازوں پر جا کر پوچھتے کہ بازار سے کسی کو کچھ سودا منگانا ہو تو بتلا دے، گھروں سے آواز آتی، مفتی جی مجھے چار پیسے کی مرچیں لا دو، کہیں سے آواز آتی تیل چاہئے، کسی گھر سے کہا جاتا نمک درکار ہے، حضرت ممدوح سب کے پیسے لے لیتے اور بازار جا کر ایک ایک فرمائشی سودا خریدتے ... اور یہ سب سامان رومال کے الگ الگ کونوں میں باندھ کر خود ہی لاتے، یہ کبھی گوارہ نہیں فرماتے کہ اس بوجھ کو کوئی اور اٹھائے، خود ہی یہ سامان اپنے کندھوں پر لادتے ... پھر خود ہی گھر جا کر یہ اشیاء فرمائش کنندوں کو سپرد فرماتے" (فتاوی صفحہ ۲۹ ج ۱)

دیوبند کے اطراف اُس زمانہ میں عموماً چھتیں مٹی کی ہوتی تھیں، برسات میں کبھی کبھی یہ چھتیں ٹپکنے لگتیں، اس موقع پر بھی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ محلہ کی بیواؤں کے مکانات کی چھت کی مرمت کرتے اور اس پر مٹی ڈلواتے،

غمِ آخرت اور علم سے ذوق | ایک دن سوتے وقت قرآن پاک کی ایک آیت کے سلسلہ میں ایک علمی اشکال پیش آیا، جب حل نہ ہوا تو اٹھے اور سیدھے گنگوہ کے لئے پیدل روانہ ہو گئے کہ وہاں پہنچ کر حضرت مولانا گنگوہی سے دریافت کریں گے، اور پھر لوٹ آئیں گے، چنانچہ تہجد کے وقت گنگوہ پہنچ گئے اتفاق سے اس وقت حضرت گنگوہیؒ تہجد کے لئے وضو فرما رہے تھے،

"آپ نے سلام کیا فرمایا کون؟ عرض کیا، عزیز الرحمٰن، فرمایا تم اس وقت کیسے، عرض کیا ایک علمی اشکال لے کر حاضر ہوا ہوں اور وہ یہ ہے کہ قرآن تو نفع آخرت کو صرف اپنی ذاتی سعی میں منحصر بتارہا ہے جس سے غیر کی سعی کے نافع ہونے کی نفی نکل رہی -

ہے اور حدیث میں ہے کہ غیر کی سعی مفید اور موثر ہوتی ہے اس تعارض کا حل سمجھ میں نہیں آتا، حضرت گنگوہیؒ نے وضو کرتے ہوئے برجستہ فرمایا کہ آیت قرآنی میں سعی ایمانی مراد ہے جو آخرت میں غیر کے کار آمد نہیں ہو سکتی کہ ایمان تو کسی کا ہو اور نجات کسی کی ہو جائے، اور حدیث میں سعی عملی مراد ہے، جو ایک کی دوسرے کے کام آسکتی ہے، اس لئے کوئی تعارض نہیں"۔

مفتی صاحب یہ واقعہ بیان کر کے فرماتے تھے کہ اس جواب سے ایک دم میری آنکھ سی کھل گئی، اور اس سے آئندہ کے لئے علم کا ایک بڑا دروازہ میرے لئے کھل گیا۔

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کشف و کرامت کے واقعات بھی بہت ہیں، مگر ان سب کے باوجود آپ کی یہ خوبی تھی کہ کبھی اپنے کو سرے سے کوئی حیثیت نہیں دی، علم و عمل میں مشغول رہے، لوگوں سے اس طرح ملتے کہ معلوم ہوتا آپ ایک معمولی مولوی ہیں جس طرح عام طور پر ہوتے ہیں،

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق دارالعلوم کے علماء میں یہ بات مشہور ہے کہ آپ نے کسی کے متعلق کبھی کسی بدظنی کا اظہار نہیں فرمایا، اگر کوئی کہتا کہ فلاں ایسا ہے تو آپ خود توجیہ کرتے کہ منشا یہ ہوگا یعنی اس کا مقصد خیر خواہی تھا نہ کہ بدخواہی، اسی طرح نہ کسی کو کبھی بُرا بھلا کہا۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ نے تحریر فرمایا ہے اس طرح بیس سال تک حضرت ممدوح (مفتی عزیزالرحمٰن قدس سرہٗ) سے متعارف ہوتے اور پھر خدمت میں رہنے کی سعادت نصیب ہوئی، اس طویل مدت میں میں نے کبھی ایک دفعہ بھی یہ نہیں دیکھا کہ حضرت ممدوح کو کسی پر غصہ آرہا ہے، اس کے متعلق ڈانٹ اور تنبیہ کے معمولی الفاظ بھی کہہ رہے ہیں، حلم و کرم اور حیا و مروت کا مجسمہ تھے، بڑے بڑے زبان دراز دشمنوں سے بھی سابقہ پڑے مگر اس مردِ خدا کی زبان پر ادب و تعظیم کے سوا کوئی دوسرا لفظ چلتا ہی نہیں تھا۔ (عزیز الفتاویٰ مکمل ج ۱ ص ۴۳)

تصنیف و تالیف | آپ نے افتاء، درس، تدریس، اور ارشاد و بیعت کے ساتھ تصنیف و تالیف کی بھی خدمت انجام دی اس شعبہ میں اہم کام تو فقہ و فتاویٰ سے متعلق تھا

جس کا پہلے بھی تذکرہ آچکا ہے۔ لیکن اس سے ہٹ کر دوسرے علمی کام بھی آپ نے کیے جیسے حاشیہ میزان البلاغۃ منحۃ الجلیل ببیان ما فی معالم التنزیل"

حاشیہ میزان البلاغۃ | حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) کی ایک تصنیف بزبان عربی فنِ بلاغت میں ہے، جو مختصر ہونے کے باوجود بہت جامع اور عمدہ ہے، اسکا نام "میزان البلاغۃ" ہے یہ کتاب گوشہ گمنامی میں پڑی ہوئی تھی ۱۳۱۲ھ سے پہلے طبع نہیں ہوئی، میرٹھ کے مشہور عالم دین مولانا بشیرالدین صاحب کو اُس زمانہ میں اسکی طباعت کا خیال آیا، آپ نے اسکے تعارف میں لکھا ہے کہ

وکانت الی الآن مستودۃً فی الاغشیۃ ومحجوبۃ فی الاغطیۃ قصدت بطبعہ لیعم فیضہ ولکن اردت قبل طبعھا ان اعلق علیھا الحواشی والتعلیقات وازید فیھا من نفسی بعض التحقیقات فلم اقدر علیہ لکثرۃ اشغالی فالتمست من فاضل الدھر وکامل العصر فرید الزمان مولانا المولوی عزیز الرحمٰن فزینہ بالحواشی المفیدۃ فی ایام معدودۃ

(میزان البلاغۃ ص۱)

وہ اب تک پردۂ گمنامی میں تھی میں نے اس کے چھاپ دینے کا ارادہ کرلیا تاکہ اس کا فیض عام ہوجائے، لیکن یہ بھی ارادہ کرلیا تھا کہ طباعت سے پہلے اس پر تعلیقات اور حواشی کا اضافہ کردوں اور اپنی طرف سے بعض تحقیقات ملحق کردوں لیکن کثرتِ مشاغل کی وجہ سے ایسا نہ کرسکا، لہٰذا میں نے کامل العصر اور فاضل زمانہ اور یکتائے روزگار مولانا مولوی عزیز الرحمٰن سے درخواست کی کہ وہ اس کتاب کو مفید حواشی سے مزین فرمادیں چنانچہ چند دنوں کی محنت سے انھوں نے یہ خدمت بحسن و خوبی انجام دے دی۔

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے گو یہ حاشیہ چند دنوں میں لکھا ہے لیکن دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس قدر قیمتی، جاندار اور عام ہے، اور مفتی صاحبؒ

کو اس فن سے کیسی عمدہ مناسبت تھی، اس کتاب کے حواشی پڑھتے تو صحیح اندازہ ہوگا۔
آپ یہ جانتے ہیں کہ "میزان البلاغۃ" کے مصنف عربی ادب کے ادیب تھے اور
یہ کتاب متن متین کے طور پر آپ نے لکھی ہے اس لئے اس کی زبان شگفتہ، معیاری اور کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معانی سمونے کی سعی کی گئی، حضرت مفتی صاحب نے بھی عربی ہی میں اس کا حاشیہ تحریر فرمایا ہے اور ماشاء اللہ اس کی زبان بھی سلیس اور شگفتہ ہے، بہرحال ۱۳۱۱ھ میں آپ نے یہ حاشیہ لکھا ہے، اس کتاب کے ٹائیٹل پر کتاب کے نام کے نیچے بھی صراحت ہے۔

"بتحشیۃ العالم الزمان مولانا مولوی عزیز الرحمن الدیوبندی سلمہ المنان"

تین چار صفحات تک ہر حاشیہ کے ختم پر یہ لکھا ہوا نظر آتا ہے "مولانا مولوی عزیز الرحمن سلمہ الرحمن" اور کسی کسی حاشیہ کے ختم پر صرف "عزیز" لکھا ہوا ہے، اور کہیں صرف "ع" اور کہیں کچھ بھی نہیں۔

اس میں بین السطور بھی ہے اور یقیناً یہ بھی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہی قلم فیض رقم سے ہوگا، آخری حاشیہ ختم کر کے محشی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے

"ختم الکلام بحسن الاختتام اللّٰھم اجعلنا من الذین اذا احسنوا استبشروا واذا اساءوا استغفروا واختم لنا بالایمان والسلام والاسلام وحقق لنا الحسنیٰ وزیادۃ واکرمنا بالمغفرۃ واخر دعوانا الخ"

یہ کتاب قاضی محمد عبد الہادی مہتمم مطبع مجتبائی شہر میرٹھ کے اہتمام میں مطبع مذکور سے چھپی ہے،

منحۃ الجلیل | مفتی صاحبؒ کی دوسری تصنیف "منحۃ الجلیل ببیان مافی التنزیل للبغوی":
اور یہ ایک قرآن پاک کے حاشیہ پر ہے، جسے مطبع لامع النور آگرہ نے ۱۳۱۶ھ میں چھاپا:
یہ تفسیر خاکسار کے سامنے نہیں ہے مگر سنا ہے کہ آپ نے بغوی (۵۱۶ھ) کی مشہور و مقبول تفسیر معالم التنزیل کا اردو میں عطر کشید کر لیا ہے اور اسے قرآن پاک کے حاشیہ پر چھاپنے والا

نے چھاپ دیا ہے، یہ بھی دیکھنے کی چیز ہے، افسوس یہ ہے کہ یہ حاشیہ پھر دوبارہ غالباً نہیں چھپا، ورنہ اس کے نسخے عام طور پر پائے جاتے، دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں بھی یہ قرآن پاک نہیں ہے معلوم ہوا ہے آپ کے صاحبزادے مفکر ملت حضرت مولانا مفتی محمد عتیق الرحمن صاحب مدظلہ کے پاس موجود ہے،

مختصر تذکرہ شاہ عبدالغنی مجددی و شاہ رفیع الدین دیوبندی

ابھی حال میں عزیز الفتاوی کا جدید ایڈیشن جو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ نے پاکستان سے ۱۹۷۰ء میں شائع کیا ہے اس میں حضرت مفتی عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کے دو مختصر رسالے لگے ہوئے ہیں ایک میں حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددیؒ (م ۱۲۹۵ھ) کے حالات ہیں اور دوسرے میں آپ کے مرشد مولانا شاہ رفیع الدین دیوبندیؒ (م ۱۳۰۸ھ) کے حالاتِ زندگی ہیں، ان دونوں رسالوں کی ضخامت کوئی آٹھ صفحات ہیں ان دونوں رسالوں کے سلسلہ میں مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ مفتی پاکستان نے لکھا ہے

"کراچی میں حضرت ممدوح (مولانا مفتی عزیز الرحمن) قدس سرہ کے ایک خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد ابراہیم (م ۱۳۴۵ھ) کے صاحبزادے مولوی عبداللہ صاحب مدرس دینیات سندھ مدرسہ کراچی سے حضرت ممدوح کے بہت سے قلمی مکاتیب کا ایک ذخیرہ ہاتھ آیا، جن میں فقہی تحقیقات اور فتاویٰ کے علاوہ آپ کی سیرت وسوانح کا بھی ایک بہت بڑا حصہ ہے، حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے قلم سے لکھے ہوئے کچھ حالات وواقعات اپنے شیخ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب قدس سرہٗ مہتمم اول دارالعلوم دیوبند کے اور اسی میں کچھ حالات ان کے شیخ اور تمام علمائے دیوبند کے استاذ حضرت شاہ عبدالغنی دہلوی مہاجر مدنی قدس سرہ کے اسی ذخیرے میں ملے، جو فی نفسہٖ نہایت مفید مضامین پر مشتمل ہیں اور اس لحاظ سے بھی ہمارے موضوع سے متعلق ہیں کہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی ایک مفید تالیف ہے۔" (عزیز الفتاوی مکمل ص ۲۳/۱)

استفتائے جمعہ | حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مطبوعہ رسالہ "استفتاء جمعہ" کے نام سے ہے، جس کے متعلق ٹائیٹل پر نام کے نیچے درج ہے کہ

"جس کو جناب احمد موسیٰ جی . . . جوہانسبرگ افریقہ نے حضرت الحاج الحافظ الشیخ محمد عزیز الرحمن صاحب مفتی دار العلوم دیوبند سے تالیف کرا کے . . . شائع کیا"

اس میں نماز جمعہ سے متعلق دس سوالات کے مدلل جوابات ہیں، گاؤں اور شہر کی تعریف اور ان میں نماز جمعہ کے شرائط کی تفصیل پوچھی گئی ہے، حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے اس جواب پر علمائے دار العلوم دیوبند، علماء دہلی، علماء مرادآباد اور علماء کلکتہ کے دستخط ثبت ہیں۔

یہ رسالہ آٹھ صفحات میں پھیلا ہوا ہے، رسالہ ہر طرح قابل استفادہ اور لائق مطالعہ ہے اور اپنے عنوان پر مکمل و مدلل ہے۔ یہ غالباً ۱۳۳۶ھ میں شائع ہوا ہے۔

وفات | یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ رجب ۱۳۴۶ھ سے دار العلوم دیوبند سے بعض باتوں کی وجہ سے علیحدہ ہو کر دیوبند ہی میں خانہ نشین ہو گئے تھے، اور افتاء کا کام بطور خود انجام دیا کرتے تھے، حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈابھیل میں درس بخاری دے رہے تھے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علالت کی وجہ سے وہاں اسباق بند تھے، لہٰذا لوگوں کا اصرار ہوا کہ حضرت مفتی صاحب رح ڈابھیل تشریف لا کر درس بخاری دیں، تاکہ طلبہ کا زیادہ نقصان نہ ہونے پائے، چنانچہ جب اصرار بڑھا تو آپ ڈابھیل تشریف لے گئے اور وہاں ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ سے "درس بخاری" شروع فرما دیا ابھی کل ڈیڑھ ماہ قیام کو گذرا تھا کہ ایک دو ممبران مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند کے ارجنٹ تار اور خطوط پہنچے کہ آپ چند دنوں کے لئے دیوبند آجائیں، کچھ مشورے کرنے ہیں، مجبور ہو کر وہاں سے ۳ رجمادی الثانی ۱۳۴۷ھ کو دیوبند آئے، یہاں گفتگو نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوئی، ضعف و نقاہت پھر اس قدر لمبا سفر، یہاں پہنچ کر طبیعت مضمحل ہو گئی، ۱۰ رجمادی الثانی ۱۳۴۷ھ تک پھر بھی

چلتے پھرتے رہے، جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد بھی تشریف لے گئے، ۱۰ رجمادی الثانی کو جمعہ کی نماز سے واپسی کے بعد ضعف بہت زیادہ بڑھ گیا، اور دو ایک دن میں صاحب فراش ہو گئے، علاج معالجہ جاری رہا، ۱۶ رجمادی الثانی ۱۳۴۶ھ تک ہوش و حواس قائم رہے اور آپ بولتے رہے، اس بیماری کے زمانہ میں آپ کا معمول تھا کہ متعدد قاریوں اور حفاظ سے قرآن پاک پڑھوا کر سنتے تھے ہاتھ میں برابر تسبیح رہتی تھی، ذکر زبان پر جاری رہتا، اسی دن تشنج کا سخت دورہ پڑا، لوگ مایوس سے ہو گئے مگر پھر حالت تھوڑی سی سنبھلی، ۱۷ رکو تیسرا دورہ پڑا، آواز بند ہو گئی، مگر سانس سے برابر ذکر خفی کی آوازیں آرہی تھیں اس تیسرے دورہ کے بعد امید کا رشتہ ٹوٹ چکا تھا، دن بھر ملنے اور دیکھنے والے آتے رہے، بعد نماز مغرب پاس میں رہنے والوں نے سنا کہ آپ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ فرما رہے ہیں، حالاں کہ کوئی بظاہر وہاں نہیں تھا، جب اہل اللہ کو خبر ہوئی تو انھوں نے سمجھ لیا اب رخصت کا وقت قریب آگیا، ۱۷ رجمادی الثانی ۱۳۴۶ھ کا دن گذرا، رات کا اکثر حصہ اسی حالت میں گذرا، آخر پونے دو بجے رات میں روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور آپ واصل الی الحق ہو گئے، إنا للہ وانا الیہ راجعون

صبح دس بجے تکفین کے بعد آپ کا جنازہ دار العلوم کے احاطہ مولسری میں لایا گیا، محدث العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے، لوگوں نے آپ سے نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی، فرمایا میری طبیعت ناساز ہے، لہذا حضرت مولانا اصغر حسین جو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی ہیں، ان سے کہا جائے کہ نماز جنازہ پڑھائیں چنانچہ انھوں نے نماز جنازہ پڑھائی ـــــ ـــــ جس میں تمام اساتذہ، منتظمین، کارکنان، طلبا اور شہر کے تمام عوام و خواص نے شرکت کی، نماز جنازہ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ـــــ ھ) نے پڑھائی، اور گیارہ بجے دن میں قبرستان قاسمی میں ایک مجمع عظیم نے آپ کو سپرد خاک کیا طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ آپ کی تربت پر پتھر نصب ہے جہاں آپ آسودہ خواب ہیں، اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، اس

تربت والے پتھر پر یہ عبارت کندہ ہے،

" قدوۃ السالکین مفتی اسلام حضرت مولانا مفتی شاہ عزیز الرحمن عثمانی نقشبندی مجددی، دیوبندی تاریخِ وفات ۱۷ر جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ "

آپ کی تربت حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کے مزار سے پورب میں دو گز کے فاصلہ پر ہے،

مرض الوفات میں آپ پر فالج کا بھی اثر رہا، تیسرے دورے کے بعد زبان بند ہو گئی، مگر دماغ کام کرتا رہا اس آخری دن بھی آپ اس بیماری میں سنتے تھے مگر بول نہیں سکتے تھے، آپ کی یہ بیماری کچھ زیادہ لمبی نہیں تھی، ۱۱ر سے لے کر ۱۷ تک سات دنوں میں کام تمام ہو گیا۔

حلیہ | حضرت مفتی صاحب قدس سرہ درمیانہ قد کے تھے، چہرہ کھلا ہوا اور رنگ صاف ستھرا تھا لباس سادہ مگر پاکیزہ پہنتے تھے، نفاست پسند تھے، سر پر بال تھے یعنی کاکل رکھتے تھے، ٹوپی گول استعمال فرماتے جیسا کہ عام طور پر مشائخ استعمال کرتے ہیں ٹوپی پر عموماً عمامہ باندھتے تھے

نیک نفسی | طبیعت مرنجاں مرنج تھی، بقول حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ کسی کے متعلق سوءِ ظن نہیں رکھتے ہیں، بلکہ بہتر محمل تلاش کرتے تھے، مفتی صاحب نے لکھا ہے

" مجھے کبھی یاد نہیں کہ ان کی مجلس میں کسی بُرے سے بُرے آدمی کی بُرائی کا ذکر ہوتا ہو، اور کسی کی غیبت کا تو تصور کیا ہو سکتا تھا، ان کے مواجہ میں اگر کوئی شخص کسی معاملہ میں کوئی غلط بات بھی کہتا تو غایت حیا اور مروّت سے یہ کبھی نہ فرماتے کہ تم یہ بات غلط کہہ رہے ہو، بلکہ اس کی بات کا صحیح محمل تلاش کر کے یوں فرماتے تھے گویا آپ کا مطلب یہ ہے اس طرح اس کی غلطی کی اصلاح بھی فرما دیتے اور تغلیط و تردید کے الفاظ سے بچ جاتے تھے۔ (عزیز الفتاوی ص۱۱ و ص۱۲)

آپ کا قیام چھوٹی مسجد میں رہتا تھا جہاں پہلے آپ کے مرشد حضرت شاہ رفیع الدین صاحب قدس سرہٗ دیوبندی کا قیام رہتا تھا، اس مسجد کی نئی تعمیر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ

علیہ نے اپنے زمانہ میں کرائی اور پہلے سے زیادہ وسیع ہوگئی، مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وہ کمرہ اس مسجد میں اب بھی موجود ہے، یہ مسجد چھتہ والی مسجد سے سو گز کے فاصلہ پر پورب سمت میں واقع ہے، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے اپنے خسر کے حوالہ سے لکھا ہے۔

"میں نے کبھی بھی حضرت ممدوح کو پیر پھیلا کر لیٹے ہوئے یا سوئے ہوئے نہیں دیکھا، ہمیشہ سکڑ کر اور گھٹنے پیٹ میں دے کر لیٹتے اور سوتے تھے، پہلے تو میں اتفاق پر محمول کرتا رہا، مگر جب مسلسل یہی طرز عمل دیکھا تو میں سمجھا کہ یہ اتفاقی بات نہیں بلکہ ارادی فعل ہے، ایک دن میں نے عرض کیا حضرت! آپ پیر پھیلا کر کبھی نہیں سوتے؟ فرمایا دنیا پیر پھیلا کر سونے کی جگہ نہیں ہے، اس کا مقام قبر ہے، جہاں آدمی پیر پھیلا کر سوئے گا۔"

(فتاویٰ دارالعلوم مکمل ص۴۳ ج۱)

حضرت والا کبھی اپنی ذات کو اہمیت نہیں دیتے تھے، بلکہ سمجھتے تھے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے، حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ نے لکھا ہے کہ میں جب ۱۳۷۲ھ میں حج سے واپس آیا تو جہاں مدرسہ کے تمام طلبہ استقبال کے لئے آئے، حضرت اقدس مفتی صاحب قبلہ بھی اسٹیشن تشریف لائے، اور بڑی شفقت کا برتاؤ فرمایا،

حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے یہ بھی لکھا ہے

"حضرت ممدوح کی وفات کی شب میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی اور دوسرے بزرگوں کی معیت میں میں بھی حضرت ممدوح کے پاس حاضر ہوا، وقت اخیر تھا مگر حواس بالکل قائم تھے، مجھے دیکھ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور شفقت سے ہاتھ سر پر رکھ کر پیار کیا اور کچھ دعائیہ کلمات بھی فرمائے جو میں سن اور سمجھ نہ سکا" (فتاویٰ ص۴۴)

اولاد | حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی روحانی اور علمی اولاد ہزاروں کی تعداد میں ملک و بیرون ملک میں پھیلی ہوئی تھی، مگر اسی کے ساتھ جسمانی اولاد بھی اللہ تعالیٰ نے عطا کر رکھی تھی، پانچ لڑکیاں اور دو لڑکے ہوئے، دو لڑکیاں شادی سے پہلے گذر گئیں بقیہ اولاد کی آپ نے اپنی زندگی

میں شادی کردی تھی، چنانچہ تین لڑکیوں سے اولاد ہے اور وہ پھیل رہی ہے، مگر اس وقت صرف ایک لڑکی زندہ تھی،

لڑکے دو ہیں حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی مدظلہ صدر مجلس مشاورت کل ہند، اور قاری جلیل الرحمٰن صاحب مدظلہ مدرس درجہ تجوید دارالعلوم دیوبند، بحمداللہ یہ دونوں لعافیت ہیں اور صاحب اولاد ہیں، اور خوش و خرم ہیں، حضرت مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی کا مستقل قیام دہلی میں رہتا ہے آپ ندوۃ المصنفین دہلی کے بانی اور ناظم بھی ہیں اور قاری صاحب کا قیام دیوبند میں ہے قاری صاحب مدظلہ کے بڑے صاحبزادے مولانا فضیل الرحمٰن ھلال عثمانی اس وقت مالیر کوٹلہ کے مفتی ہیں، اس طرح یہ تیسری پشت بھی فتاویٰ کے فرائض انجام دے رہی ہے

ایک درخواست | حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہ نے معالم التنزیل کا جو خلاصہ "منحۃ الجلیل" کے نام سے کیا تھا اور جو پہلے شائع بھی ہو چکا ہے، وہ اس وقت نایاب ہے کیا اچھا ہوتا کہ خود حضرت مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی اپنے نامی گرامی ادارہ ندوۃ المصنفین دہلی یا مکتبہ برہان سے معیاری کتابت وطباعت کے ساتھ شائع فرما دیتے، تاکہ علماء اور طلبہ کے ساتھ عوام بھی اس سے استفادہ کرتے، اور اس طرح مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ محنت سبھوں کے لئے عام ہو جاتی، یا پھر دارالعلوم دیوبند اسے شائع کرنے کی کوئی صورت پیدا کرتا۔

مجھے یاد ہے کہ فتاویٰ کی اشاعت کے وقت اکثر ذمہ دار علماء کہا کرتے تھے کہ دارالعلوم روپے ضائع کر رہا ہے۔ بہت سارے فتاویٰ شائع شدہ ہیں ان کے مقابلے میں اسے کون پوچھے گا، مگر دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں کہ اس کی آٹھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں، جن میں کتاب النکاح تک کے مسائل آ گئے ہیں اور اب کتاب الطلاق کی کتابت جاری ہے اور انشاء اللہ یہ پوری ہو کر رہے گی، آپ کو سن کر حیرت ہوگی کہ اس کے تین اڈیشن آ چکے ہیں اور آج جو قدر و منزلت اس فتاویٰ کی ہے کسی دوسرے فتاویٰ کی نہیں، اگر "منحۃ الجلیل ببیان مافی التنزیل" کسی قرآن کے حاشیہ پر بندا اہتمام سے چھاپ دیا گیا تو وہ بھی اسی طرح عوام میں قبول عام حاصل کرے گا، جس طرح فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مدلل و مکمل۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے فتاویٰ کے نمونے بھی آئندہ پیش کئے جائیں گے، اس وقت ناظرین کو صحیح طور پر معلوم ہو سکے گا کہ انھیں اس دور میں کیا امتیاز حاصل تھا، حضرت مفتی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے قاری جلیل الرحمٰن صاحب فرماتے تھے کہ دارالعلوم سے علیحدگی کے بعد بھی بعض فتاویٰ کے سلسلہ میں اکابر دارالعلوم کو آپ کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا۔
اس وقت اسی پر اکتفا کیا جا رہا ہے آئندہ اگر ہو سکا تو انشاء اللہ کچھ اور چیزیں پیش کی جائیں گی۔